حال میں بے حال اور مستقبل سے مستقبل بے خبر

تحریر: سہیل احمد لون

حکیم خاندانی ہو تو نبض دیکھ کر بیماری بتا دیتا ہے, اچھا ڈاکٹر علامات اور رپورٹس سے بیماری کی تشخیص کرتا ہے, تجربہ کار مکینیکل انجینئر مشین کو خودکار نظام دیکھ کر معلوم پڑ جاتا ہے, ماہر موٹر مکینک گاڑی کے انجن کی آواز سے ہی بتا دیتا ہے کہ اس پر کیا قیامت گزر چکی ہے۔ قابل جج دونوں پارٹیوں کے ثبوت دیکھ کر اور دلائل سن کر سچ اور جھوٹ علیحدہ علیحدہ کر کے اپنا فیصلہ سناتا ہے۔ غرضیکہ ہر وہ شخص جو اپنے شعبے اور پیشے میں مہارت رکھتا ہے اسے اپنا لوہا منوانے میں کسی سند کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُس کا کام ہی اُس کی سند اور کام سے لگن ہی اُس کی حقیقی ڈگری ہوتی ہے۔ موجودہ ملکی حالات میں ہمارا کوئی ادارہ ایسا نہیں جس پر فخر کیا جا سکے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہر ادارے کو چلانے والے یا تو پیشہ وارانہ صلاحیتوں سے عاری ہیں اور اگر ایسا نہیں تو کسی نے اُن کے ہاتھ باندھ رکھے ہیں۔ بالخصوص جن کے ہاتھ میں ملک کی باگ دوڑ ہے۔ یوں دکھائی دیتا ہے جیسے سیاسی بصیرت انہیں چھو کر بھی نہیں گزری، جیسے وہ بصارت سے بھی محروم ہوں اور انہیں وطن عزیز میں ہر لمحہ بدلتی صورت حال دکھائی نہ دے رہی ہو۔ جو ماضی کی غلطیوں سے سبق نہ سیکھنے کا تہیہ کر چکے ہیں...... حال میں بے حال اور مستقبل سے مستقبل بے خبر......! دیانتدار بیوروکریٹ اور سیاستدان ملک کی تاریخ بناتے ہیں مگر آج ہم ''تاریخ'' بنتے نظر آ رہے ہیں۔ ملک بیک وقت کئی اکھاڑوں میں کبھی نہ ختم ہونے والی نورا اور حقیقی کشتیاں لڑ رہا ہے۔ تعجب ہے کہ قدرتی وسائل سے مالا مال ہمارا زرخیز خطہ معاشی بد حالی کا شکار کیوں ہے؟ غیر معیاری اور طبقاتی نظام تعلیم نے علمی پستی کی طرف دھکیل رکھا ہے اور قوم بننے کیلئے ترستا ہوا ہجوم جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔ لوڈشیڈنگ, دہشت گردی, نا انصافی, طبقاتی درجہ بندی, بے روزگاری, صحت, سیکیورٹی, بھوک، افلاس، مہنگائی، چور بازاری اور لوٹ مار جیسے مسائل سے بھرا پاکستان حیرت و حسرت سے اپنے راہبروں کا منہ تک رہا ہے۔ ویسے تو ہر مسئلے کا حل موجود ہوتا ہے مگر موجودہ حالات نے اتنا مایوس کر دیا ہے کہ لوگ کسی معجزے کی منتظر دکھائی دیتے ہیں۔ ہم مسئلوں کی اس دلدل میں ایسے دھنستے جا رہے ہیں کہ باہر نکلنے کی کوئی امید ہی دکھائی نہیں دے رہی۔ ہم تو پہلے سے ہی مسائل میں خود کفیل تھے۔ اب ایک اور مسئلہ , خودمختاری اور ملکی سالمیت کا بھی آن پڑا ہے۔ ہم ایک آزاد ملک میں رہتے ہوئے بھی خود کو , خودمختار, کہتے ہوئے جھجک محسوس کرتے ہیں۔ شاعر مشرق نے تو فرمایا تھا۔

؎ خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

اپنے ہاں تو ''خودی'' کے ساتھ ساتھ بڑا کچھ بیچا بلکہ لٹایا گیا ہے اور ابھی تک آبا و اجداد کی وراثت سمجھ کر بانٹا جا رہا ہے۔ اس معاملے میں ہماری سخاوت نے حاتم طائی کو بھی شرمندہ ہونے پر مجبور کر دیا ہے اس بیچارے کے پاس کیا تھا ہم تو دینے پر آئیں تو آدھا ملک دے دیتے ہیں اور وہ بھی 90 ہزار مسلح اسیروں کے ساتھ۔ ایک عافیہ تو ایسے ہی منظر عام پر آ گئی تھی ورنہ ہم تو ہزاروں کو قربانی بلکہ صدقے کی بکری بنا

کر ''نیم گوری ماتا'' کے چرنوں میں ڈال دیتے ہیں۔شاید اس سے باقی قوم کے سر سے بلا ٹل جائے اور ان کی جان بخشی ہو سکے۔مگر ''سفید گھر'' میں رہنے والے ''سیاہ مکین'' کو تو جیسے ''پاک لہو'' کی چاٹ لگ گئی ہو اُس کی پیاس کسی طور بجھتی دکھائی نہیں دے رہی۔اب ہماری غریب عوام میں اتنا خون کہاں بچا ہے کہ اس کی پیاس بجھ سکے۔ پہلے ہی بوٹوں والے ڈریکولا،نوٹوں والی جونکوں اور لوٹوں والے پسوؤں نے ان کا سارا خون چوس رکھا ہے۔اس نیم مردہ نیم قوم کو ہوش کے انجکشن لگا کر جگانے کی اشد ضرورت ہے اور اگر خوش قسمتی سے ہوش آ گئی تو اُس کے بعد بھی غیرت مند خون کی چند بوتلیں لگانا پڑیں گی۔اس مقصد کے لیے ایمانداری کا ہسپتال بھی بنانا ہوگا۔جس میں کبھی نہ بکنے والے سرجنوں کی ایک ٹیم ہو جو ضرورت پڑنے پر آپریشن بھی خود ہی کرے۔مگر یہ سب ان شاہ خرچوں کے دور میں تو کبھی ممکن نہیں ہو سکتا۔جن کا سارا دھیان ہی مقابلہ حسن کے جیتنے اور پھر اپنا دورِ حکومت مکمل کرنے کی طرف ہے۔یہ شاہی فقیروں کا مقابلہ حسن جو اصولاً تو پانچ سال بعد ہونا چاہئے مگر اکثر 5 سال میں 2 بار ہی ہو جاتا ہے۔بڑی تیاری کے ساتھ اس مقابلے میں حصہ لیتے ہیں۔کوئی سونے کے بٹن والی قمیض کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے تو کوئی سر پر نئے بال لگوا کر،کوئی ڈائمنڈ والی عینک کے ساتھ کیٹ واک کرتا دکھائی دیتا ہے تو کوئی ذاتی شیر کے ساتھ ریڈ کارپٹ کی شان بڑھاتا ہے۔اگر ہیلی پیڈ،رن وے کا انتظام کر دیا جائے تو کئی تو اپنے ذاتی ہیلی کاپٹر اور طیارے پر لینڈ کرنے کے بھی خواہاں ہوتے ہیں۔یہی نہیں انکے جان نشین بھی جدید سپورٹس کاروں پر اپنے بڑوں کو کامیاب کروانے کیلئے میدان میں آ جاتے ہیں۔اس میں ہماری غریب عوام بھی حسب عادت حصہ ڈالتی ہے اور اپنا قیمتی ووٹ جس کی قیمت بارے انہیں آج تک علم نہیں ہو سکا ان کے حق میں استعمال کر کے اگلے پانچ سال کیلئے فقیر شاہی کو مینڈیٹ دے دیتی ہے۔ان کے پاس مخصوص چہروں کے سوا کسی اور کو منتخب کرنے کی کوئی اور چوائس نہیں ہوتی۔اس سلیکشن نما الیکشن میں تو کسی غیرت مند کا داخلہ ویسے ہی ممنوع ہوتا ہے۔اگر کبھی جیوری کے فیصلے پر دھاندلی کا شور مچ جائے۔تو اس کا بھی معقول انتظام ہے ناں! ہمارے ہر فن مولا......!!!جو ہوا , خشکی اور پانی ہر جگہ مارچ کر سکتے ہیں۔ان کو تو نہ عوام کے ووٹ کی ضرورت ہے نہ کسی جیوری کے فیصلے کی...... ہر فیصلہ خود ہی لکھ کر منوا لیتے ہیں۔خود کو بلا مقابلہ ہی منتخب کر لیتے ہیں۔اور ظلم یہ ہے کہ اگلے مقابلے کے لیے کوئی تاریخ بھی نہیں دیتے۔ایک بار تاج سر پر سجا لیں تو 10۔11 سال تک کسی کی باری نہیں آتی۔مگر آج سب سے اہم سوال یہ ہے کہ وطنِ عزیز ان ڈراموں کا مزید متحمل ہو سکتا ہے؟ کیا ابھی اور انتظار کیا جا سکتا ہے؟ کیا دنیا کے کوئی دوسرا ملک بھی ایسا ہے جس کے وزیر اعظم کے دشمن ملک کی انٹیلیجنس ایجنسی سے تعلقات کے حوالے سے خبریں عوام میں گردش کر رہی ہوں اور وہ پھر بھی وزیر اعظم ہو؟ کیا کسی ملک کا وزیر داخلہ اتنا بے شرم ہو سکتا ہے کہ دشمن ملک کا آن ڈیوٹی جاسوس پکڑ کر اُس پر بات کرنے کی ہمت نہ رکھتا ہو؟ کیا کسی ملک کا وزیر اطلاعات اتنا لا پرواہ اور چمچہ ہو سکتا ہے جو دشمن ملک کا جاسوس پکڑے جانے پر تو خاموش رہے جو لاہور میں ہونے والے بم دھماکے پر کوئی ردعمل نہ دے لیکن جب اُس کے شاہی فقیروں کے خزانوں تک علی بابا پہنچ جائے تو چالیس کے چالیس چوروں کی نہ صرف حمایت کیلئے میدان میں آ جائے بلکہ انتہائی بے غیرتی سے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہے کے میری وزیر اعظم سے جذباتی وابستگی ہے بلکہ ایک مرد کی دوسرے مرد سے کیا جذباتی وابستگی ہو سکتی ہے؟ اُسے یہ بات کہتے ہوئے یہ بھی خیال نہیں آیا کہ وہ پاکستان کا وزیر اطلاعات ہے نہ کے میاں برادران کا ذاتی ملازم۔۔۔۔وزیر خزانہ نے قومی خزانہ لوٹا نہیں میں اس کی سختی سے تردید کرتا

ہوں انہوں نے قومی خزانہ ہی بیروں ممالک میں منتقل کر دیا ہے۔اور وہ غیرت مند احسن اقبال آج کل نظر بھی نہیں آ رہا جو کل تک یہ کہتا پایا گیا تھا کہ اگر پرویز مشرف عدالت سے ہوئے بغیر چلا گیا تو میں سیاست چھوڑ دوں گا بندہ پوچھے تیری اوقات کیا ہے کہ تو ایک ریٹائرڈ آرمی چیف کو روک سکے' خواجہ سعد رفیق فیملی عمر بھر اپنے باپ خواجہ رفیق کا قتل پیپلز پارٹی کے کھاتے میں ڈالتی رہی لیکن لاہور بلاول بھٹو کے آمد پر سعد رفیق کے چھوٹے بھی مشیر صحت جناب سلمان رفیق بلاول پر یوں نثار ہو رہے تھے کہ مجھے ضیاالحق پر نثار ہونے والے یاد آ گئے۔ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے ہمارا نظام مملکت۔۔۔۔ یہ نظام چلانے والے جب خود سے بے خود ہو جائیں۔تو پھر کیسی خودی......؟جب مختار نامہ ہی کسی اور کے نام کا ہو تو......کہاں کی خودمختاری......؟شاید اقبال اور قائد کے نام پر حکومت کرنے والوں کا خیال تبدیل ہو چکا ہے اور اب وہ سمجھتے ہیں کہ

جھکنے والوں نے رفعتیں پائیں

ہم خودی کو بلند کرتے رہے

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن-سرے

sohailloun@gmail.com

04-04-2016